© rasailojaraid.com

عصمتِ حضرت آدم قرآن کی روشنی میں

از مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

"برہان" کے گزشتہ پرچوں میں آپ حضرت داؤد اور حضرت یونس (علیہما الصلوٰۃ والسلام) کے واقعات کا مطالعہ فرما چکے، اس سلسلہ کی یہ تیسری قسط ہے جو حضرت آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے واقعہ سے متعلق ہے۔

قرآنِ عزیز میں حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ بقرہ، آلِ عمران، اعراف، طٰہٰ، یٰسٓ، اور صٓ میں آیا ہے، اور جن آیات میں یہ تذکرہ ہے اُن میں سے بعض میں اولادِ آدم کے لیے موعظت وعبرت کا بیان ہے، بعض میں حضرت آدم کی خلافت، صفوت، اور برگزیدگی کا اعلان ہے، اور بعض میں ان کی لغزش ونسیان کا اظہار ہے۔

پہلی قسم کی آیات تو مضمون زیرِ بحث سے بے تعلق ہیں، البتہ دوسری اور تیسری قسم کی آیات اس سلسلہ میں قابلِ غور اور لائق مطالعہ ہیں۔ اور اُن ہی سے اس مضمون کا تعلق ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (بقرہ)	اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں اپنا نائب مقرر کرنے والا ہوں۔
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (")	اور سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم کو کل چیزوں کے نام
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (بقرہ)	اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کے لیے سجدہ کرو
اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (آلِ عمران)	بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم، اور آلِ عمران کو تمام کائنات سے برگزیدہ بنایا اور پسند فرمایا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (اعراف)	پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔
یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (ر)	اے آدم تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو۔
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ	اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو، سو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى (طٰہٰ)	ابلیس کے علاوہ سب سربسجود ہو گئے۔ ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا

اِن تمام آیات سے حضرت آدم کی رفعتِ شان، جلالتِ قدر، خلعتِ خلافت و نبوت سے سرفرازی اور صفوۃ و برگزیدگی کی صراحت..... اور نیابت الٰہی کے عدیم النظیر منصب پر فائز کیے جانے اور عصمت و صیانتِ ربانی میں محفوظ رہنے کا اظہار مقصود ہے۔ وہ خلیفہ تھے اور نیابت الٰہی اُن کا طغرائے امتیاز تھا اس لیے اُن کو صفتِ "علم" سے نوازا گیا کہ یہی سب سے بڑا شرف ہے، اسی لیے اُن کو قبلۂ سجود بنایا کہ انابة الی اللہ کے لیے خلیفۃ اللہ سے بہتر "قبلہ" کون ہو سکتا تھا، اور اسی لیے قبولیت بارگاہِ احدیت کا اُن کو وہ مقام عطا کیا گیا جس کا نام "جنت" ہے کہ نائب کو سلطانِ حقیقی کے دیدار اور شرف حضوری کے لیے اس سے بہتر دوسری جگہ نہ تھی، لہٰذا بات صاف، اور حقیقت واضح ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) قرآنی تصریحات کے مطابق خدائے برتر کے برگزیدہ نبی اور خلیفہ ہیں، اور اس لیے ہر قسم کے گناہ، نافرمانی، اور بُرائی سے پاک اور مقدس ہیں، اور اسی کو اسلامی شریعت کی اصطلاح میں "معصوم" کہتے ہیں۔

تو عصمتِ آدم کی اس تصریح کے بعد قرآنِ عزیز کی تیسری قسم کی آیات میں حضرت آدم کی بعض لغزشوں کے لیے جو سخت، اور درشت پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے اُس سے کسی شخص کو یہ ٹھوکر نہ لگنی چاہیے کہ حضرت آدم نے واقعی گناہ کیا یا خدا کی نافرمانی کی (العیاذ باللہ) بلکہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت آدم کی اصل شان تو وہ ہے جو دوسری قسم کی آیات میں بیان کی گئی ہے اور ان آیات میں یہ سخت پیرایۂ بیان اُس قاعدہ کے مطابق اختیار کیا گیا ہے جس کا ذکر "برہان" ماہ نومبر میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے اور "حسنات الابرار سیات المقربین" (بھلوں کی بھلائیاں مقربین بارگاہِ احدیت کے لیے برائیاں شمار ہوتی ہیں) کی مشہور مثل اُس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرح کا اجمال ہے۔ یا مختصر الفاظ میں یوں کہہ دیجیے کہ جب اُن کو شرف و تقرب کا وہ درجہ عطا کیا گیا جو ایک انسان اور خدا کی مخلوق کے لیے سب سے آخری اور انتہائی بلند درجہ ہے تو اگر اُس مقرب و برگزیدہ ہستی سے معمولی سی لغزش، سہو و نسیان، یا ادنیٰ سی غفلت بھی بارگاہِ احدیت کے حکم و مشورہ کے بارہ میں صادر ہو جائے تو عقل و فطرت کا تقاضہ ہے کہ شاہنشاہِ حقیقی کی جانب سے وہ سخت سے سخت تنبیہ کا مورد قرار پائے، اور اُس کی لغزش اور اس کے سہو و غفلت کو عوام و خواص کے بڑے سے بڑے گناہ اور معصیت سے بھی زیادہ بھیانک شکل میں ظاہر کیا جائے، مگر ساتھ ہی اُس کے متنبہ ہونے کے بعد عفو تقصیر کی خواہش پر اظہار کرم و فضل اور اعلانِ رحمت و رافت بھی ہو جائے تاکہ اُس کے "اصل مرتبہ" کے بارہ میں کسی کو شک کا موقع نہ ملے، اور عبرت کا یہ موقع میسر آئے کہ ایسی چھوٹی لغزش پر جب ایسے مقربین موردِ عتاب ہو سکتے ہیں تو خواص و عوام کے جرمہائے بے پایاں کا حشر کیا ہونے والا ہے اور پھر اگر انابۃ الی اللہ کی توفیق ہو تو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اُس کا مقبول اور پسندیدہ طریق کار کیا ہے، اور ایک گنہگار بندہ کس طرز (توبہ) کو اختیار کر کے مالکِ حقیقی کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔

اس کے بعد اب اُن آیات کو مطالعہ فرمائیے جن میں حضرت آدم کی لغزش اور اس پر خدا کی ناراضی اور پھر حضرت آدم کے اعترافِ قصور پر اعلان عفو و کرم کا تذکرہ ہے۔ اور یہ بھی غور کیجیے کہ مسطورہ بالا قاعدہ اور اصل کو اگر نظر انداز کر دیجیے تب بھی قرآن عزیز نے جو کچھ کہا ہے اور حضرت آدم کی لغزش اور خدائے تعالیٰ کی اُس پر ناراضی کو جس انداز سے بیان کیا ہے، اُس سے حضرتِ آدم کی عصمت، صفوۃ، و منصب نبوت، پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

وقلنا یآدم اسکن انت وزوجك الجنۃ	اور ہم نے کہا، اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو
وکلا منہا رغدا حیث شئتما ولا تقربا	اور اس میں جہاں سے چاہو اور جو چاہو کھاؤ، اور اس درخت
ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین، فازلھما	کے قریب نہ جانا کہ تم حد سے گذرنے والے ہو جاؤ۔ پھر شیطان نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الشیطٰن عنہا فاخرجہما مما کانا فیہ و قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین ۝ فتلقی آدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم۔ (بقرہ)

ان کو ہلا دیا، اور اُن کو اُس عزت و راحت سے نکال دیا جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا اُتر جاؤ، تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہیں، اور تمہارے لیے زمین میں قیام کی جگہ ہے اور ایک مدت تک کے لیے نفع حاصل کرنا ہے، پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے اور پھر اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اُس پر متوجہ ہوا بلا شبہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

فوسوس لہما الشیطٰن لیبدی لہما ما وری عنہما من سواٰتہما (اعراف)

پھر وسوسہ ڈالا ان دونوں پر شیطان نے تاکہ جو شے "اُن کی شرمگاہوں سے" اُن کی نظر سے چھپی ہوئی تھی وہ اُن پر کھول دے

فدلّٰہما بغرور (اعراف)

پھر مائل کر لیا اُن کو دھوکے سے۔

قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین۔ (اعراف)

ان دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشیگا اور نہ رحم کریگا تو ہم خسارہ والوں میں سے ہو جائینگے۔

ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما ۝ (طٰہٰ)

اور ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے پہلے، پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اُس میں کچھ ہمت۔

فوسوس الیہ الشیطٰن قال یآدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لا یبلی فاکلا منہا فبدت لہما سواٰتہما وطفقا یخصفٰن علیہما من ورق الجنۃ وعصی آدم ربہ فغوی۔ (طٰہٰ)

پھر شیطان نے اُس پر وسوسہ ڈالا اُس نے کہا اے آدم کیا میں تجھ کو ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے اور (جنت کی) ہمیشہ بادشاہی کے لیے جو کبھی پرانی نہ ہو ایک درخت کا پتہ نہ دوں؟ پھر دونوں (آدم و حوا) نے اُس درخت سے کھا لیا پس اُن پر اُن کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں۔ اور وہ اپنے کھلے بدن پر جنت کے پتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لپیٹنے لگے اور آدم نے اپنے رب کے حکم کو ٹالا اور وہ بہک گیا۔

ان تمام آیات کو بار بار پڑھیے اور سوچیے کہ حضرت آدم کی اس غلطی کو کہ انہوں نے شجر ممنوعہ کو استعمال کرلیا تھا خدائے تعالیٰ نے کن تعبیرات سے ادا فرمایا ہے۔ شروع ہی میں (یعنی سورۂ بقرہ میں) جب اس غلطی کا اظہار کیا تو عالم الغیب نے حضرت آدم کے اس تصور کی اصل حقیقت کو واضح کرنے، اور مطالعہ کرنے والے کے سامنے اُس کے صحیح وزن کو ظاہر کرنے کے لیے "فازلھما الشیطن" فرماکر یہ بتا دیا کہ "آدم" کی وہ غلطی جو شیطان کے دھوکے سے عمل میں آئی، زلّہ (لغزش) سے زیادہ نہیں تھی۔ حق تعالیٰ نے کائنات کے سامنے حضرت آدم کے اس واقعہ کو آیات قرآنی میں سب سے پہلے سورۂ بقرہ میں روشناس کرایا۔ اس لیے ضروری تھا کہ مختلف مصالح کے اعتبار سے کلام ہدایت نظام میں جن جن عنوانات سے یہ عبرت کا سبق دُہرایا جائے پڑھنے والے، اور عبرت حاصل کرنے والے کو یہ حقیقت ہمہ وقت پیش نظر رہے کہ آدم نے جو کچھ بھی کیا اُس کا وزن زلّہ (لغزش) سے زیادہ نہیں تھا۔ اور اسی وزن کے مطابق آئندہ سخت تعبیرات کی تشریح و توضیح ہونی چاہیے اور ایک اسی جگہ نہیں بلکہ "اعراف" و "طٰہٰ" میں بھی جب اُن کی اس غلطی کا تذکرہ کیا گیا تو تین مقام میں سے دو جگہ "وسوس الیہ الشیطان" اور ایک جگہ "فنسِیَ" کہہ کر یہ بتادیا کہ اس غلطی کی حقیقت بھول چوک، وسوسہ اور لغزش سے آگے اور کچھ نہیں ہے۔ تو اب "عصیٰ" اور "غویٰ" سے یہ معنی لینا کہ "حضرت آدم نے گناہ کیا اور گمراہی اختیار کی" کسی طرح صحیح نہیں یعنی گناہ اور گمراہی جس معنی میں عام طریقہ سے استعمال کیے جاتے ہیں عقل و دانش کا تقاضہ ہے کہ یہاں اُن معنی میں استعمال نہ کیے جائیں، اور "دور از کار تاویل" "غیر ملائم توجیہ" اور بات بنانے کی خاطر نہیں بلکہ لغت اور علم معانی کے عام اصول کے مطابق وہی معنی لینے چاہئیں جو مناسب مقام ہوں۔

"المعصیت" کے باب میں مشہور کتب لغات "اقرب الموارد" اور "لسان العرب" میں ہے: مصدرٌ وقد تطلق علی الزلۃ مجازًا (معصیت، مصدر ہے اور کبھی مجازاً لغزش کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے)۔ اسی طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"غوی" کے تین معنی بیان کیے گئے ہیں: "ضل، خاب، وانہمک فی الجہل" تو پھر یہ یقین رکھتے ہوئے کہ قرآن عزیز حضرت آدم کو خلیفۃ اللہ، مصطفیٰ، اور علم نبوت و رسالت سے سرفراز بناتا ہے اور غلطی کے بیان میں بھی لغزش، وسوسہ اور نسیان سے زیادہ نسبت نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اُن سے گناہ، اور ضلالت کے حقیقی صدور کا انکار کرتا ہے تو پھر لغت اور معانی کے قاعدہ کے مطابق کیوں عصیٰ کے مجازی معنی لغزش اور غوایۃ کے اصل معنی "بہک جانیوالا" کے نہ لیے جائیں اور کیوں بغیر کسی تاویل کے یہ نہ کہا جائے کہ حضرت آدم خدا کی اُس تاکید کو فراموش کر بیٹھے جو شجر ممنوعہ کے لیے کی گئی تھی اور بشریت کی صفتِ نسیان کی بدولت شیطان کے وسوسہ نے اُن سے ایسی لغزش کرادی جس کے نتیجہ میں حضرت آدم اپنے مقامِ ثبات و استقلال سے ہل گئے اور بہک گئے۔

ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدٰی — پھر اُس کو اُس کے رب نے نوازا پس اُس پر رحمت کے ساتھ رجوع (طٰہٰ) ہوا اور (لغزش بھول چوک اور وسوسہ کی) بھکی ہوئی راہ کے مقابلہ میں اُس کی راہنمائی کی۔

اور اگر فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا کے معنی یہ لیے جائیں کہ "حضرت آدم بھول گئے اور ہم اُن کی اس غلطی میں ارادہ کا دخل نہیں پاتے" تو پھر یہ توجیہ اور بھی مضبوط اور استوار ہوجاتی ہے اور عصیان و غوایۃ کے مناسبِ مقام معنی لینے میں ادنیٰ سی بھی کھینچ و کاؤ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

رہا "توبہ" کا معاملہ سو یہ ظاہر ہے کہ نبی سے جب کوئی لغزش صادر ہوجاتی ہے تو اُس کا مقامِ نبوت اس کو بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ وہ اس پر کچھ عرصہ بھی قائم رہے بلکہ فوراً متنبہ ہوکر درگاہِ الٰہی میں متوجہ ہوتا ہے اور اپنی اس ادنیٰ سی کمزوری کو بڑے سے بڑے گناہ سے بھی زیادہ یقین کرکے توبہ کرتا ہے اور بارگاہِ احدیت سے شرف قبولیت و اجابت کے ذریعہ سکون و طمانیتِ قلب حاصل کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب ایک مرتبہ پھر تمام آیات کو غور سے پڑھیے، تو آپ اندازہ کرینگے کہ اس مرحلہ میں قرآنِ عزیز کا اسلوبِ بیان اس قدر صاف اور واضح ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ شک وشبہ کی نوبت ہی کیوں آئی؟ وہ ابتدا میں ایک ذات کی اصل رفعت وجلالت کا ذکر کرتا ہے اور نصوص سے اس طرح اس کی قطعیت ثابت کرتا ہے کہ منکر کو انکار کی کسی طرح گنجائش نہ رہے، اور پھر اگر اس ہستی کی کسی لغزش کا تذکرہ کرتا ہے تو باوجود سخت تعبیر کے اس پہلو کو کسی طرح نظر انداز نہیں ہونے دیتا کہ ایک گنہگار کے گناہ، اور ایک معصوم کی لغزش، کے درمیان امتیاز باقی رہے اور دونوں یکساں سطح پر نہ آجائیں۔

بیشک شک وشبہ کی راہ جب کھلتی ہے کہ اس واقعہ کے متعلق تمام آیات وتعبیرات کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے اور اس واقعہ کی کسی ایک آیت کو سامنے رکھ کر شبہ کی بنیاد قائم کرلی جائے۔

فہم قرآنی کے سلسلہ میں جتنی ٹھوکریں لگی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ تباہ کن یہی ٹھوکر ہے، اور خدائے برتر کی توفیق سے جو شخص اس سے بچ کر چلتا ہے وہ ہمیشہ شک وشبہ اور ریب کی منزل سے الگ قرآن عزیز کے بتائے ہوئے بُرہان ویقین پر ثابت رہتا ہے۔

اِن آیات کے علاوہ جو مضمونِ زیرِ بحث میں بیان کی گئیں ایک اور آیت ہے جس کو بعض مفسرین نے حضرت آدم علیہ السلام ہی سے متعلق کردیا ہے۔ اور چونکہ اس میں بیان کردہ واقعہ سے نہ صرف حضرت آدم کی معصومیت پر حرف آتا ہے بلکہ شرک کی نسبت لازم آتی ہے تو پھر مفسرین اس کی رکیک اور بعید تاویلات کے درپے ہوئے ہیں۔ آیت یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتقوا ربكم الذی	اے لوگو اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان
خلقكم من نفس واحدةٍ وّخلق	سے پیدا کیا اور اس جان سے ہی اس کا جوڑا پیدا
منها زوجها ليسكن اليها فلما	کیا تاکہ وہ اس سے سکون واطمینان حاصل کرے۔ پس جب
تغشّٰها حملت حملاً خفيفاً فمرّت	انسان نے اپنی بیوی کو ڈھانپ لیا تو وہ حاملہ ہوگئی ہلکے حمل کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہ فلمّآ اثقلت دعوااللہ ربھما لئن اٰتیتنا صالحا لنکونن من الشاکرین. فلمّآ اٰتٰھما صالحاً جعلا لہٗ شرکاء فیمآ اٰتٰھما فتعالی اللہ عما یشرکون.	ساتھ اور اُس بوجھ کو لیے پھری پر جب پیٹ بھاری ہوگیا تو میاں بیوی نے اللہ پروردگار کو پکارا کہ اگر یہ عورت اچھا بچہ جن دے تو ہم دونوں شکرگزاروں میں سے ہونگے لیکن جب وہ اچھا بچہ جن لی تو خدا نے اُن کو جو عطا کیا اُس میں ان دونوں نے خدا کے شریک ان لیے۔ سو یہ لوگ جیسی کچھ شرک کی باتیں کرتے ہیں اس سے اللہ کی ذات بہت بلند ہے۔

میں نے اس آیت کو بار بار پڑھا اور نظم قرآنی کے اُس بدیع اسلوب کے مطابق جو اُس کا طغرائے امتیاز ہے اِس پر غور کیا کہ میں یہ سمجھ سکوں کہ ہمارے بعض مفسرین کو اس واقعہ میں حضرت آدم وحوّا علیہما السلام کا نقشۂ زندگی کس طرح نظر آیا۔ مگر میں اپنے قصورِ فہم کا اعتراف کرتے ہوئے یہ کہنے کی جرأت کرونگا کہ سوائے اس بات کے کہ ابتداءِ کلام میں اولادِ آدم سے خطاب کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ تم ایک انسان کی نسل سے ہو باقی کسی ایک جملہ سے بھی بیان کردہ واقعہ میں حضرت آدم وحوا کا تعلق نظر نہیں آتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے وقت ہمارے سامنے چند روایات آجاتی ہیں جو مفسرین نے کتبِ تفسیر میں نقل کی ہیں اور اُس کے بعد پھر خود بخود یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہی قرآن کا مطلب ہے اور جب یہ مطلب ہے تو پھر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت آدم اور شرک' یہ کیسے؟ تو پھر اُس کے جواب کی فکر ہوتی ہے اور بالآخر ایسی تاویلات کی نوبت آتی ہے کہ جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے عقیدہ پر یقین جازم میں معاون ہونے کی بجائے اور زیادہ ریب وشک کی تاریک گھاٹیوں میں گرادیتی ہیں بعض مفسرین اور بعض محدثین نے اس سلسلہ میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم وحوا کے دنیا میں تشریف لے آنے کے بعد جب نسلِ انسانی کے بقاء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے فطرت کا قانون سامنے آیا اور حضرت حوّا حاملہ ہوگئیں تو ابتداءِ حمل میں تو کچھ محسوس نہ ہوا لیکن ولادت کے قریبی ایام میں حمل کے بوجھ کو جب اُنھوں نے محسوس کیا تو دونوں کو خوف ہوا کہ دیکھیے پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ چونکہ زندگی کا یہ پہلا سانحہ تھا لہذا بشریت کے تقاضے سے دونوں گھبرائے اس دوران میں شیطان بصورت پیرِ مرد حاضر ہوا اور حضرت حوّا کو ترغیب دی کہ اگر تم اپنے بچہ کا نام "عبدالحارث" رکھنے کا وعدہ کرو تو بچہ تندرست اور بغیر کسی خطرہ کے پیدا ہوگا۔ (کیونکہ حارث شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے) اس جگہ پہنچ کر روایت کے دو مختلف حصّے ہوگئے ہیں۔ بعض میں ہے کہ دُو مرتبہ حضرت آدم و حوّا نے اُس کی بات سے انکار کیا اور دونوں مرتبہ مردہ بچہ پیدا ہوا، تب تیسری مرتبہ اُنھوں نے بچہ کا نام "عبد الحارث" رکھنے کا وعدہ کیا اور بچہ تندرست پیدا ہوا۔ اور دوسرے حصّہ میں یہ ہے کہ پہلی ہی مرتبہ اُس کی بات مان لی گئی اور عبدالحارث نام رکھ لیا گیا، اس پر خدائے تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا اور اس واقعہ کا اس "آیت" میں تذکرہ ہے۔

اگر اس روایت کو محققین حدیث و تفسیر کی تنقیدات سے الگ ہوکر کوئی ایسا شخص ادنیٰ توجہ سے بھی دیکھیگا جس کو کچھ بھی حدیثی ذوق ہے تو وہ بآسانی یہ سمجھ لیگا کہ یہ قصّہ نصِ قرآنی اور حدیث نبوی سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتا اور اس روایت کا طرزِ بیان، واقعہ کی نشست، حضرت آدم و حوّا کی زندگی کا نقشہ، اسلامی نقطۂ نظر اور عقیدۂ محکم کے مطابق نہیں ہیں بلکہ تورات اور بنی اسرائیل کے ان عقائد کی روشنی میں تیار کیے گئے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں علماءِ یہود نے وضع کرکے یہودیت کا جزو بنا دیے تھے تاہم ایک ایسی روایت کے متعلق کہ جس کو حاکم نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہو، ہماری یہ گزارش جرأتِ بیجا ہی سمجھی جاتی۔ اس لیے قابلِ صد ہزار تبریک و تہنیت ہیں حافظ عماد الدین ابن کثیر کہ جنھوں نے اپنی مشہور ناقدانہ نظر سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرکے یہ بتا دیا کہ اس بارہ میں مرفوع حدیث یعنی نبی معصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی روایت صحیح اور درست نہیں ہے۔ اُنھوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسند احمد، تفسیر ابن جریر، ترمذی، حاکم، تفسیر ابن حاتم، تفسیر ابن مردویہ سے مرفوع روایت کو نقل کر کے اس پر سخت جرح کی ہے اور فرمایا ہے:۔

والغرض ان هذا الحدیث معلول من ثلثة اوجه۔

حاصل یہ ہے کہ یہ مرفوع حدیث تین وجوہ سے مجروح یعنی ناقابلِ اعتماد ہے۔

جن تین وجوہ کا اُنھوں نے ذکر فرمایا ہے اُن کا حاصل مختصر الفاظ میں یہ ہے:۔ (۱) اس روایت کی ہر سند میں عمر بن ابراہیم مصری آتا ہے اور یہ راوی محدثین کے نزدیک ناقابلِ اعتبار ہے۔ (۲) یہ روایت مرفوع غلط ہے بلکہ صحابی پر موقوف ہے (۳) حسن بصری جو اس کے اوپر کے راوی ہیں وہ خود اس آیت کی تفسیر میں اس روایت کو پیش نہیں کرتے بلکہ اس کے خلاف تفسیر کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ اس سلسلہ کے آثار صحابہؓ و تابعین کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان تمام آثار کا مدار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ یعنی اگرچہ اس روایت کو اکثر صحابہ و تابعین کی طرف نسبت کیا گیا ہے لیکن درحقیقت اُن سب کی روایت کا مبنیٰ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور پھر اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے "یہ تسلیم کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے اور یہ بھی قبول کہ تمام آثار صحابہ و تابعین کا مدار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں، لیکن حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر مفسر صحابی بغیر کسی اصل کے کس طرح اس کو بیان فرماتے" لکھتے ہیں:۔

وکانه والله اعلم اصله مأخوذ من اهل الکتاب

اصل علم تو خدا کو ہے۔ مگر اس روایت کی اصل اور بنیاد مشکوٰۃ نبوت سے نہیں ہے بلکہ اہل کتاب کی روایات سے ہو۔

اور دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ویحتمل انه تلقاه من بعض اهل الکتاب

اور احتمال یہ ہے کہ یہ روایت اُن بعض اہل کتاب کی جانب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من آمن منهم مثل كعبؓ او وهب بن منبہؓ وغیرھما۔	چلائی گئی ہے جو ایمان لے آئے تھے اور اہل کتاب کی روایات بیان کیا کرتے تھے جیسے کعبؓ اور وہب بن منبہؓ وغیرہ

اور پھر اس پر بحث کرتے ہوئے کہ اسرائیلیات کا شریعت اسلامیہ میں کیا درجہ ہے تحریر فرماتے ہیں کہ جو اسرائیلی روایات نص قرآنی اور صحیح احادیث نبوی کی تصدیق کرتی ہیں قابلِ تصدیق ہیں اس لیے کہ وہ قرآن اور حدیث کے بیان کردہ امور کی تصدیق کرتی ہیں نہ اس لیے کہ ہمارے عقیدہ اور تصدیق کی بنیاد یہ "اسرائیلی روایات" ہیں اور جو نص قرآنی وصحیح احادیث کی نہ مخالف ہیں نہ مؤیدان کے بارہ میں سکوت اور خاموشی بہتر ہے۔ اور جو مخالفت کرتی ہیں وہ قابل تکذیب و تردید ہیں۔ اور اس روایت کو اکثر مفسرین نے دوسری شق میں رکھا ہے"۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان کے لیے اصل قرآن وحدیث ہے اور اُس کو ان ہی سے راہنمائی ہوتی ہے اور باقی تمام اصول، عقائد، واقعات، روایات کو اسی کسوٹی پر کسنا چاہیے۔

اور آخر میں اس کے متعلق اپنا فیصلہ اس طرح سُناتے ہیں:-

واما نحن فعلی مذهب الحسن البصری رحمہ الله فی هٰذا وانه ليس المراد من هٰذا السياق آدم وحوا وانما المراد من ذٰلك المشركون من ذريته ولهٰذا قال الله "فتعالى الله عما يشركون" الخ	لیکن ہم اس بارہ میں حسن بصری کے مذہب پر ہیں (یعنی یہ روایت قابل تکذیب ہے) اور بلاشبہ آیت کے سیاق سے حضرت آدم وحوا کسی طرح مُراد نہیں ہیں دراصل اس سے نسلِ آدم کے مشرک مُراد ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا، اللہ اُن کی شرک کی چیزوں سے بلند ہے۔

یعنی اگر اس آیت میں حضرت آدم وحوا مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ اُن کے واقعہ کے ساتھ ایسی سخت بات کی نسبت نہ کرتا جو صرف مشرکینِ خالص ہی کے لیے مخصوص ہے۔ لہذا "تعالی الله عما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یشرکون" صاف بتاتا ہے کہ مُرادنسلِ آدم کے مشرک ہیں نہ کہ خود آدم وحوّا۔

اس تفصیل کے بعد کیا یہ بات روشن نہیں ہو جاتی کہ اس قسم کی روایات کتب تفاسیر میں جس فراخ دلی کے ساتھ نقل کی گئی ہیں اور اُن سے جو مضرتیں پہنچی ہیں کیا ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اُن کے اتباع میں آج بھی اُن کو اُسی طرح نقل کرتے رہیں اور سلف صالحین کی طرف منسوب کرکے اُن کو اسلامیات میں جگہ دیتے رہیں اور غیر مسلموں کے لیے نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ پر اُن کے ذریعہ سے غلط اتہامات کا موقعہ فراہم کرتے رہیں؟

حاشا وکلّا! سلف کا اتباع کبھی بھی نہیں کہا جا سکتا اور ہم جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سلف صالحین کی سچی اور روشن خدمات نمایاں کرنے کا یہ طریقہ ہرگز نہیں ہے بلکہ اس طرح اُن کی بعض انسانی لغزشوں کو ظاہر کرکے اُن کی بے نظیر اسلامی، علمی اور مذہبی خدمات پر حرف گیری کا سامان بہم پہنچانا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں صحابہؓ وتابعینؒ کے وہ تمام آثار جو بصورت روایت بیان کیے گئے ہیں اسلامی اصولِ روایت ودرایت کے اعتبار سے ہرگز روایت کہلانے کے مستحق نہیں ہیں، بلکہ اُن کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ حضرت ابن عباس نے کعب احبار اور وہب ابن منبہؒ جیسے ناقلینِ اسرائیلیات کے ذریعہ سے اس کو سُن کر تورات کے قصوں کی طرح نقل کیا اور بعد میں نیچے کے راویوں نے اُس کو یہ حیثیت دے دی کہ گویا وہ حضرت ابن عباس یا دوسرے صحابہ سے اس آیت کی تفسیر کے طور پر اُسی طرح کی ایک روایت ہے جس طرح کہ اصولِ حدیث کے مطابق تفسیر قرآنی کے لیے صحیح روایات بیان کیجاتی ہیں۔

رہا یہ مسئلہ کہ آخر اس آیت کو خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا سے کیوں شروع کیا گیا، ابتدا ہی میں آدم کی نسل وذریت کے اس کھوٹ کا ذکر کیوں نہ کر دیا گیا۔ یعنی اس تذکار کی ضرورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وحکمت کیا تھی کہ اول اُن کو یاد دلایا گیا کہ تم کو ایک انسان "آدم" سے پیدا کیا اور پھر اُس سے منتقل ہو کر عام انسانوں کی حالت بیان کی گئی؟ سو اس کا جواب بہت آسان ہے اور تمام محقق مفسرین دیتے آئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں یہ ظاہر کرنا ضروری تھا کہ اگر تم یہ خیال رکھتے کہ جس کی تم نسل و ذریت کہلاتے ہو اُس کو اور اُس کی رفیقۂ حیات کو صرف ہم ہی نے پیدا کیا تو پھر تم کبھی اس شرک کی جرأت نہ کرتے کہ جب حمل کے خطرہ کا وقت آیا تو خدا کو پکارنے لگے اور جب تندرست بچہ مل گیا تو لگے خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے۔ کبھی کہا کہ فلاں پیر نے یہ بچہ دیا، کبھی اقرار کیا کہ فلاں قبر کی بدولت یہ نصیب ہوا، کبھی عقیدہ بنایا کہ فلاں بُت، دیوی یا دیوتا نے یہ بخشا ہے۔ اور اُس وقت یہ بھول جاتے ہو کہ جب نہ کوئی زندہ و مردہ پیر تھا، نہ قبروں کی یہ جگمگاتی بارگاہیں تھیں، نہ دیوی تھی نہ دیوتا۔ اُس وقت پیدا کرنے والا صرف وہی خالق کائنات تھا اور اُسی نے اُس ہستی کو پیدا کیا جس کی نسل و ذریت سے وہ سب پیدا ہوئے جن کو آج تم خدا کا اس میں شریک ٹھہراتے ہو

بہرحال اس بسط و شرح سے یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ قرآنِ عزیز کی اس آیت میں شرک کی جو نسبت کی گئی ہے وہ ہر شرک کرنیوالے مرد و عورت کی جانب ہے۔ العیاذ باللہ حضرت آدم و حوّا کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، اور یہ کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے اور جس قدر آثار ہیں اُن کا مدار وہ اسرائیلی روایات ہیں جو بائبل میں آج بھی آدم و حوّا کے قصہ میں موجود نظر آتی ہیں۔ اس لیے حضرت ابن عباس کی طرف اس کی نسبت صرف اسرائیلی قصہ کے ناقل کی حیثیت سے تو ممکن ہے مگر تفسیرِ آیت کی حیثیت سے کسی طرح یہ نسبت درست نہیں۔ اسلام اور اسلامی روایات اس قسم کی خرافات سے قطعاً پاک اور بری ہیں۔ لہذا اس روایت کو روایت مان کر اُن رکیک تاویلات کی قطعاً ضرورت نہیں ہے جن سے کسی حد تک واقعہ کے متعلق جواب دہی تو ہو سکتی ہے لیکن اُن سے "شرک جیسے اہم باب میں تاویلات کا ایسا دروازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھل جاتا ہے کہ پھر اس دنیا میں شرک کو شرک کہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک مجرم تاویل کے دروازہ سے اپنی مشرکانہ زندگی کو کم از کم معمولی لغزش کی حد تک لے آنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ندوۃ المصنفین کی پہلی محققانہ کتاب

الرِّق فِی الاسلام

اسلام میں غلامی کی حقیقت

حصۂ اول

کتاب کے اس حصہ میں غلامی کی حقیقت، اُس کے اقتصادی، اخلاقی اور نفسیاتی پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ غلامی (انسانوں کی خرید و فروخت) کی ابتدا کب سے ہوئی، اسلام سے پہلے کن کن قوموں میں یہ رواج پایا جاتا تھا اور اس کی صورتیں کیا تھیں، اسلام نے اس میں کیا کیا اصلاحیں کیں اور ان اصلاحوں کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا نیز مشہور مصنفین یورپ کے بیانات اور یورپ کی ہلاکت خیز اجتماعی غلامی پر مبسوط تبصرہ کیا گیا ہے۔

یورپ کے ارباب تالیف و تبلیغ نے، اسلامی تعلیمات کو بدنام کرنے کے لیے جن حربوں سے کام لیا ہے اُن تمام حربوں میں "سلیوری" کا مسئلہ بہت ہی موثر ثابت ہوا ہے یورپ و امریکہ کے علمی اور تبلیغی حلقوں میں اس کا مخصوص طور پر چرچا ہے اور جدید ترقی یافتہ ممالک میں اسلامی تبلیغ کے لیے اس مسئلہ میں غلط فہمی کی وجہ سے بڑی رکاوٹ ہو رہی ہے بلکہ مغربی قہر و غلبہ کے باعث ہندوستان کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس سے اثر پذیر ہے۔

اگر آپ انشاء جدید کے قالب میں اس عنوان کے تمام گوشوں پر محققانہ بحث دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیے اس باب میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کے سلسلہ میں آج تک کسی زبان میں کوئی کتاب اس درجہ کی شائع نہیں ہوئی۔ کتابت و طباعت اعلیٰ، بہترین کاغذ سنہری جلد قیمت ؎، بلا جلد ۳؎، دوسرا حصہ زیر طبع ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر ندوۃ المصنفین قرول باغ نئی دہلی

© rasailojaraid.com